اُردو شاعری میں انبیائے کرام کا تذکرہ: ایک تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of the discussion of prophets in Urdu Poetry

Muhammad Mohsin Khalid
Lecturer, Department of Urdu, Govt Shah Hussain Assocaite College, Lahore
Email: mohsinkhalid53@gmail.com ORCID: *https://orcid.org/0009-0002-8676-3254*

ABSTRACT:

Information about religious personalities is found in the literature of the world. The Urdu language has the special feature that it has a healthy tradition of covering topics from around the world. As far as the influence of Islam on Urdu poetry is concerned, I have no doubt that the echo of this influence can be equally felt in the Urdu poetry tradition. The entire classical period from Wali Deccani to Dagh Dehlvi is characterized by this Islamic influence, and in the modern era, i.e., in the 21st century, this influence can be felt. In the Urdu ghazal tradition, there are hundreds of poets, from Wali Dikni to Mirza Dagh, who have narrated the stories and events related to the prophets in poems and carefully made these events and information part of the poetic harmony. There are the greatest personalities in this universe who shine like diamonds and pearls among all human beings. The Almighty gave him the light of unity, the light of revelation, and the fountains of wisdom in his heart. His life, character, and all the achievements of his personality are a beacon of light for the Muslims of Islam. In this article, the events and circumstances related to the biography and personality of the Prophet have been analyzed by Urdu poets, and an attempt has been made to prove that in Urdu poetry, the poets have made the entire tradition of Islam a part of poetry and Islamic poems, giving a new harmony to the individual character of the spokesperson.

Keywords:
Urdu, Poetry, Prophet, Classic, Tradition, Stories, Islam, Personalities, Allusion, Stylistics

خلاصہ: دُنیا بھر کے ادبیات میں مذہبی شخصیات سے متعلق معلومات ملتی ہیں۔۔ اُردو زبان کا یہ اختصاص ہے کہ اس میں دُنیا بھر کے موضوعات کا احاطہ کرنے کی صحت مند روایت موجود ہے۔ جہاں تک تعلق اُردو شاعری پر اسلام اثرات کا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اُردو شعری روایت میں اس اثر کی بازگشت برابر محسوس کی جا سکتی ہے۔ ولی دکنی سے لے کر داغ دہلوی تک پورا کلاسیکی عہد اس اسلامی اثرات سے متصف ہے اور دورِ جدید میں یعنی اکیسویں صدی میں بھی اس اثر کا غلبہ محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اُردو غزل کی روایت میں ولی دکنی سے لے کر مرزا داغ تک سیکڑوں شعرا ہیں

جنھوں نے انبیاء کرام سے متعلقہ قصص و واقعات کو اشعار میں بیان کیا ہے اور ان واقعات اور معلومات کو احتیاط کے ساتھ شاعرانہ آہنگ کا حصہ بنایا ہے۔ انبیائے کرام اس کائنات کی عظیم ترین شخصیات ہیں جو جملہ انسانی مخلوق میں ہیرے موتیوں کی طرح جگمگا رہی ہیں۔ رب تعالیٰ نے انھیں وحی کے نور سے روشنیِ احدیت بخشی اور حکمتوں کے چشمے ان کے قلب پر القا کیے۔ ان کی سیرت، کردار اور جملہ شخصیت کے کارنامے مقدیانِ اسلام کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اس مقالہ میں اُردو شعرا کے ہاں انبیائے کی سوانح و شخصیت سے متصل واقعات و احوال کا تجزیہ کیا گیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اُردو شاعری میں شعرا نے اسلام کی جملہ روایت کو شعر کا حصہ بنایا ہے اور اسلامی اشعار کے ترجمان کے انفرادی وصف کو نیا آہنگ عطا کیا۔

کلیدی الفاظ: اُردو، شاعری، پیغمبر، کلاسیک، روایت، قصص، اسلام، شخصیات، تلمیح، اُسلوب

اُردو زبان کا یہ اختصاص ہے کہ اس میں دُنیا بھر کے موضوعات کا احاطہ کرنے کی صحت مند روایت موجود ہے۔ اُردو زبان کی طبعی عمر اب آٹھ سو برس سے متجاوز کر چکی ہے۔ اس کی عمرِ طبعی کے پیشِ نظر اس کے شباب کا طمطراق ہنوز شباب کے اَوج کو چھو رہا ہے اور مشاق کے قلوب کو گرما رہا ہے۔ اُردو زبان کی جملہ اصناف میں مذہب کی تعلیمات کے حوالے سے صحت مند مواد موجود ہے۔

اُردو شاعری میں صنفِ مثنوی میں مذہبی تعلیمات اور شخصیات سے متعلق سیکڑوں کی تعداد میں مثنویاں لکھی گئی ہیں اور ہزاروں کی تعداد اُن اشعار کی ہے جس میں مذہبی شخصیات سے متعلق شعرا نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہ شاعرانہ اظہار ایک خاص طرح کا عقیدت مندانہ اظہار لیے ہوئے ہے جس میں بیان و بدیع کے جملہ عناصر کی کارفرمائی پوری طرح جلوہ گر نظر آتی ہے۔

صِنفِ مثنوی کے علاوہ قصائد میں بھی شعرا نے مذہبی شخصیات کو خاص توجہ دی ہے اور ان سے متعلق معلوم معلومات پر اکتفا کرتے ہوئے نت نئے نکتے تراشے ہیں اور واقعاتِ قصص میں شاعرانہ گنجائش کے پیشِ نظر کچھ اضافے بھی کیے ہیں جن سے کہنہ قصص میں دلچسپی کا رنگ اُبھر آیا ہے۔ قصائد کے بعد صنفِ غزل واحد صنفِ شاعری ہے جس میں شعرا نے مذہبی شخصیات کا تذکرہ کیا ہے۔ غزل میں کسی مخصوص صورتحال یا کیفیات کا بیان ایک منجھے ہوئے شاعر کی فنی لیاقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ روایتی حد تک سبھی شعرا کے ہاں شخصیات سے متعلق سطحی معلومات مل جاتی ہے تاہم تسلسل اور قطعیت سے واقعے کی تاریخی، سماجی اور مذہبی سچائی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے شعر کے قالب میں واقعات کی تفصیل کو کمال اختصار کے ساتھ مدغم کر دینا واقعتاً نہایت مشکل کام ہے۔ یہ کام ہمیں کلاسیکی شعرا کے ہاں انتہائی سہل انداز میں برتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اُردو غزل کی روایت میں ولی دکنی سے لے کر مرزا داغ تک سیکڑوں شعرا کی ایک کہکشاں ہے جس میں بہت سے نام جیسے سراج اورنگ آبادی، نجیب استر آبادی، حزیں، میر، ناسخ، آتش، سودا، مصحفی، نظیر، انیس اور مرزا داغ دہلوی ایسے شعرا ہیں جنھوں نے انبیاء کرام سے متعلقہ قصص و واقعات کو اشعار میں بیان کیا ہے اور ان واقعات اور معلومات کو احتیاط کے ساتھ شاعرانہ آہنگ کا حصہ بنایا ہے۔

ڈاکٹر وفا یزدان منش لکھتی ہیں:

"اسلام کی آمد کے بعد اسلامی تہذیب کے زیرِ اثر شاعروں اور لکھنے والوں نے مذہبی شخصیات سے متصل واقعات و قصص کو خاص توجہ دے کر شاعری کا نہ صرف حصہ بنایا بلکہ انبیائے کرام سے مخصوص معلومات کو تلمیح کے پیرائے میں بیان کیا۔ کلاسیکی غزل میں اسلام سے پہلے اور بعد کے جملہ واقعات، روایات اور رسومات اور جشنوں اور تاریخی قصص سمیت اسلام کے داعیان اور پیغمبران کا ذکر گہری معنویت کا حامل ہے"۔[1]

اُردو نظم میں بھی انبیائے کرام کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس حوالے سے نظیر اکبر آبادی اور میر انیس کا نام سر فہرست ہے جنھوں نے انبیائے کرام سے متصل واقعات کو نظم کے پس پردہ اچھی طرح بیان کیا ہے۔ انجمن پنجاب کے مشاعروں میں جو منظومات پیش کی گئی تھیں ان میں موضوع کے اعتبار سے مذہبی مواد کو زیادہ اہمیت حاصل رہی۔ مولانا حالی کا کام ہمارے سامنے ہے۔ مدو جزر اسلام سے لے کر حفیظ جالندھری کے "شاہنامہ اسلام" تک مذہبی شخصیات سے دلچسپی کی روایت ملتی ہے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ مفتی قاسم عطاری لکھتے ہیں:

"انبیائے کرام اس کائنات کی عظیم ترین شخصیات ہیں جو جملہ انسانی مخلوق میں ہیرے موتیوں کی طرح جمگا رہی ہیں۔ رب تعالیٰ نے انھیں وحی کے نور سے روشنیِ احدیت بخشی اور حکمتوں کے چشمے ان کے قلب پر القا کیے۔ ان کی لائق تقلید سیرت، کردار اور جملہ شخصیت مقدیانِ اسلام کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ ان کی سیرت کا مطالعہ سراب میں شربتِ شیر و شہد ہے۔ ان کا اُسوہ راہ نجات ہے، ان کی سنت پر عمل جنت کی راہ ہے، اللہ نے انھیں ہمت، صبر، شجاعت اور تقویٰ کا پیکر بنایا اور ان پر اپنی خاص رحمت نازل فرمائی"۔[2]

دُنیا بھر کے ادبیات میں مذہبی شخصیات سے متعلق معلومات ملتی ہیں۔ عربی فارسی اور ہندی ادب میں تقابل ادیان پر سیکڑوں کتب موجود ہیں جن میں مختلف مذاہب کے بانی اور ان کے اعلیٰ منصب داروں کا تذکرہ ملتا

ہے۔ اس تذکرے سے اس قوم کا جملہ احوال سامنے آتا ہے اور یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شعرا اور نثار کس طرح مختلف شخصیات کے طلسمی کردار واطوار کو شاعرانہ رنگ و آہنگ عطا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر عطا الرحمن صدیقی لکھتے ہیں:

"مذہبی تاریخ میں انبیاء کا ذکر تقابل کے طور پر ملتا ہے۔ کوئی نبی شاعر نہیں ہوا اور نہ کسی شاعر کو نبوت سے سرفراز کیا گیا پھر کیا وجہ ہے کہ نبوت کے پس منظر میں شاعری کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ دراصل یہ سطحی عوامی سوچ کا نتیجہ ہے۔ عوامی سطح پر ہر دور میں شاعر کو ایک عظمت واہمیت حاصل رہی ہے۔ اس کے کلام کی تاثیر، فکری و تخیلاتی بلند پروازی کی وجہ سے معاشرہ میں شاعر کی بات کو اہمیت دی جانے لگی۔ یوں شعرا نے اپنی اس حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے کلامِ نظم و نثر میں انبیاء کرام سے منسوب واقعات وقصص کا بیان شد و مد کے ساتھ شروع کیا اور یہ سلسلہ پھیلتا چلا گیا حتیٰ کہ شعرا نے اس کو روایت بنالیا اور اس سے یکسر انکار کی بظاہر کوئی وجہ تراشی نہ جاسکی"۔[۳]

جہاں تک تعلق اُردو شاعری پر اسلام اثرات کا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اُردو شعری روایت میں اس اثر کی بازگشت برابر محسوس کی جاسکتی ہے۔ ولی دکنی سے لے کر داغ دہلوی تک پورا کلاسیکی عہد اس اسلامی اثرات سے متصف ہے اور دورِ جدید میں یعنی اکیسویں صدی میں بھی اس اثر کا غلبہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اُردو زبان نے مختلف ممالک کے اسفار کیے ہیں اور بھانت بھانت کی بولیوں، ٹھولیوں اور تہذیبوں، ثقافتوں اور تمدن کے جملہ مظاہر سے استفادہ کیا ہے۔ یہ سرمایہ اس کی سرشت میں دخیل نہیں تھا بلکہ یہاں وہاں سے مستعار لیا ہوا ہے جو اب اس کی مِلک ہے اور اس اُردو کی تخلیقی روایت کا حصہ ہے۔

برصغیر پاک وہند پر بیرونی حملہ آوروں کے پے درپے حملوں اور یورشوں نے اس کی سطحیت کو زائل کر کے اس کے باطن میں گہری داخلیت کا در وا کیا۔ اسلامی تعلیمات وعقائد اور اسلامی فکر دُنیا کی مختلف زبانوں کے ادب کا حصہ بنتی رہی مگر اسلامی تعلیمات و تہذیب نے اُردو زبان کو ہر طرح سے نہ صرف متاثر کیا بلکہ اس کے دامن کو بیش بہا معلومات کے خزینے سے وسعت بھی عطا کی۔

اس مقالہ میں اُردو شعرا کے ہاں انبیائے کی سوانح و شخصیت سے متصل واقعات واحوال کا تجزیہ کیا گیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اُردو شاعری میں شعرا نے اسلام کی جملہ روایت کو شعر کا حصہ بنایا ہے اور اسلامی اشعار کے ترجمان کے انفرادی وصف کو نیا آہنگ عطا کیا۔

حضرت آدم: آدم؛ حضرت آدمؑ کو جدِ انبیاء کہا جاتا ہے۔ ان کی نسبت سے قرآنی قصص میں جابجا واقعات و تماثیل کا ذکر ملتا ہے۔ آدمؑ سے مختلف روایات اور واقعات وابستہ ہیں جنھیں شعرا نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ آدمؑ پہلے ابو البشر ہیں جنھیں "خلیفہ رب" کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق مٹی سے کی تھی۔ ان کے توسل سے پوری کائنات کی انسانی مخلوق پیدا ہوئی اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ آدمؑ کی تخلیق ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ آدمؑ، حوا اور ابلیس یہ تینوں ایسی شخصیات ہیں جن کے بارے میں قرآن کے علاوہ جملہ ادبیات میں دلچسپی واقعات و قصص کا ایک نگار خانہ نظر آتا ہے ڈاکٹر عطاالرحمن صدیقی ندوی لکھتے ہیں:

"حضرت آدمؑ خدا کے برگزیدہ بنی تھے جنھیں اس کائنات کا انسانِ اول قرار دیا گیا ہے۔ وہ سارے انسانوں کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ کائنات میں انسانی آبادی کا سلسلہ براہ راست انھیں سے شروع ہوا۔ اس حیثیت سے انھیں "ابو البشر" بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت آدمؑ کو سارے انسانوں میں یہ شرف و فضیلت حاصل ہے کہ وہ آسمان پر رب تعالیٰ کے ہاتھوں تخلیق ہوئے۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق سارے عمل سے گزر گئی تو ملائکہ سے اعترافِ عظمت کی خاطر سجدہ تعظیمی کرا گیا اور پھر دُنیا میں بھیج دیا گیا۔ قرآن کریم میں متعدد آیات میں اس واقعے کا ذکر ملتا ہے۔ مفہوم: "اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔ جب میں اسے بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا (سورہ حجر، آیہ ۲۸،۲۹)" ۴؎

شعرا نے آدمؑ کی شخصیت اور سوانح سے متصل واقعات جو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ خواجہ میر درد، شاہ نصیر، ذوق، غالبؔ وغیرہ کے ہاں آدمؑ کے حوالے سے ابلیس کا رب سے مکالمہ اور پھر آدمؑ کو بہکا کر گندم کا دانہ کھلانے کا انداز جدیت لیے ہوئے ہے۔

میرؔ نے مذکورہ تلمیح کو تفنن طبع کے تناظر میں طنزیہ برتا ہے۔ شیخ سے رعایتی کنایہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آدم کا ابلیس سے اختلاط ممکن نہیں۔ واعظ اور شیخ کو باہم اتصال بُعدِ ذات کا واہمہ ہے۔ جنت کے خروج اور ذریات آدم کی خاکی آبادکاری کو اس تلمیح میں الم سے نسبت دی گئی ہے۔ فردوسِ بریں میں آدم کی عدم موجودگی ویرانی کا استعارہ ہے۔

ؔ ایسا نہ ہو کہ شیخ دغا دیوے ہم نشیں / ابلیس سے کرے ہے کوئی آدم اختلاط [دیوان دوم، میر، ص:۳۳۹]

ؔ بہر فردوس ہو آدم کو الم کاہے کو / وقفِ اُولاد ہے وہ باغ تو غم کاہے کو [دیوان دوم، میر، ص:۵۰۹]

ؔ خاکِ آدم ہی ہے تمام زمیں / پاؤں کو ہم سنبھال رکھتے ہیں [دیوان اول، میر، ص:۴۱۴]

ـ مت عبادت پہ پھولیو زاہد / سب طفیلِ گناہ آدمؑ ہے[کلیات درد،۲۰۹]

ـ ملا کیا حضرتِ آدمؑ کو پھل جنت سے آنے کا / نہ کیوں اس غم سے سینہ چاک ہو گندم کے دانے کا(کلیات شاہ نصیر، جلد،۱، ص۱۵۹)

ـ نکلنا خُلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن / بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے (دیوان غالب، ص۳۳۴)

ناسخ نے آدمؑ کے جنت سے نکل جانے کو طنزیہ انداز میں لیا ہے۔ زاہد سے چھیڑ نکالی ہے۔ کہتے ہیں میں جنت کی راہ چھوڑ کر آدمؑ کی طرح دُنیا کی سیر میں نہیں بھٹکوں گا کہ یہ لالچ راہ کو کھوٹا کر دیتی ہے۔

ـ عشق اُس نورِ الٰہی کا ازل سے ہے مجھے / جس سے اے ناسخ ہزاروں سال بعد آدم ہوا[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۲۲]

ـ زاہدا! کیونکر کروں میں رک یہ دُنیا وہ ہے / سیر کو آئے تھے آدم، باغِ رضواں چھوڑ کر[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۱۲۸]

آتش عہد حاضر کے آدمؑ کے اختیار کی بے اختیاری پر چوٹ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج کے آدم سے ضبطِ برداشت کا حوصلہ بہت کم ہے کہ جامِ مے کا ایک گھونٹ اس کے حواس کو مختل کر دینے کو کافی ہے۔ آتش نے قدرِ آدم کو حُسن حوا کا عالمگیری استعارہ بنا دیا ہے۔ آتش کہتے ہیں کہ ابلیسِ لعین کو آدم کی حقیقت کا علم نہیں تھا وگرنہ وہ آدم کی تخلیق پر کبھی معترض نہ ہوتا بلکہ آدم کی فضیلت کو دل سے قبول کرتا اور مردودِ بارگاہ الٰہی ہونے سے بچ جاتا۔

ـ آخرِ کار کیا ہے اُسے مستی نے خراب / ہو سکا ضبط نہ آدمؑ سے مئے کوثر کا[کلیات آتش، ر، الف، ص:۹۱]

ـ میراث سمجھتا ہے جو فردوس بریں کو / فرزند وہ آدم کا ہے حوّا کے شکم سے[کلیات آتش، یائے تحتانی:۳۸۹]

ـ نافہمی کی دلیل ہے یہ سجدے سے ابا / ابلیس کو حقیقتِ آدمؑ عیاں نہ تھی[کلیات آتش، یائے تحتانی:۴۱۲]

جدید شعرا کے ہاں بھی آدمؑ کی سوانح و شخصیت سے متعلق دلچسپ نکات ملتے ہیں جس سے عظمتِ آدمؑ کا تصور مزید نکھر کر سامنے آتا ہے۔

ـ دل میں اک دھوم ہے نکلے ہوئے ارمانوں کی نئے جہاں بسائے ہیں فکرِ آدمؑ نے[تابش دہلوی، چراغِ صحرا، ص۲۹]

ـ اب اس زمیں پہ ارم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے شاہ بحر و بر بنو تخلیق آدم کی قسم[کلیات ساحر، ص۲۱۸]

ـ اس خرابے کو تو گلزار بنانا تھا اُسے ورنہ آدمؑ کو زمیں پر نہیں پھینکا جاتا(کلیات منور رانا، ص۱۹۴)

حضرت ادریسؑ: حضرت ادریسؑ تیسرے نبی تھے جو حضرت آدمؑ اور حضرت شیثؑ کے بعد نبوت کے عہدے پر سرفراز ہوئے۔ ان کی عبادت و ریاضت اور صبر وحِلم بہت مشہور ہے۔ انھوں نے طویل عمر یعنی ساڑھے تین سو برس کے قریب پائی۔ قرآن میں سورہ مریم اور سورہ انبیاء میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔ میاں محمود نجمی لکھتے ہیں:

"روایات کے مطابق، حضرت ادریسؑ نے دنیا میں لوگوں کو سب سے پہلے لکھنے پڑھنے اور تعلیم حاصل کرنے کا درس دیا، بلکہ اپنی زندگی کا بیش تر حصّہ اسی درس و تبلیغ میں صَرف کیا۔ چناں چہ لوگ آپؑ کو ادریس، یعنی "درس دینے والا" کہہ کر پکارنے لگے"۵

حضرت ادریسؑ نے اپنی قوم کو سچائی اور رب کی طرف پکارا تاہم جس طرح پہلے اور بعد کے انبیا کی قوم نے سرکشی دکھائی؛ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ رہا۔ حضرت ادریس کی آسمان پر اُٹھائے جانے اور چوتھے آسمان پر ان کی روح قبض ہو کر جنت کی سیر کے تمام احوال کے بارے میں اختلاف ملتا ہے۔ بہر حال یہ اللہ کے برگزیدہ اور محبوب مقبول بنی تھے جن کا ذکر قرآن میں نہایت عقیدت سے آیا ہے۔

ناسخ نے حضرت ادریسؑ کی طرح زندہ آسمان پر اُٹھائے جانے اور جنت کی سیر کرنے کی خواہش کی ہے۔ ناسخ کہتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ مجھے بھی مثلِ ادریسؑ آسمان میں اُٹھالیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے کہ میں عیسیٰؑ کی طرح محض سوزن کی رکاوٹ سے زمین پر نامراد نہیں لوٹنا چاہتا۔ شاعر کا شاعرانہ انداز اور خواہش کا معیار لائقِ داد ہے۔

ے جیسے جنت میں ہیں ادریسؑ رہوں میں بھی مُدام / لائیں گر طالعِ بیدار ترے کوچے میں [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۱۶۲]

ے ناصحا! ہر گز سیا جائے نہ میر اطاق دل / سوزنِ عیسیٰؑ میں رشتی بھی جو ہو ادریسؑ کا [کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:۴۸]

حضرت الیاسؑ: حضرت الیاس رب تعالیٰ کے محبوب پیغمبر ہیں۔ سورہ انعام اور سورہ والصفات میں آپ کا ذکرِ خیر ملتا ہے۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے آبِ حیات پی رکھا ہے اور سمندروں وغیرہ میں آپ کا مسکن ہے۔ بے راہ روؤں اور بے دست وپا کی مدد گیری آپ کا منشائے مقصود ہے۔ آپ کی حیات و شخصیت کے بارے میں تضاد و اختلاف ملتا ہے۔

آپ کے نام سے التباس کے حوالے سے خضر اور سکندر کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ اردو شعرا کے ہاں آپ کے حوالے سے نسبتاً کم تذکرہ ملتا ہے، البتہ خضر و سکندر کی طلسمی شخصیت و وصائف کے پیش نظر سیکڑوں اشعار ملتے ہیں جس میں عجیب و غریب قصے کہانیاں پڑھنے کو ملتے ہیں۔

ے حفاظت بحر و بر کی سب تو سونپی جائے قدرت سے / بندھے جب خضر اور الیاس سے مرتاض کا جوڑا (کلیات انشا، جلد، اول، ص۶۸)

ے اے شہ الیسا! رُتبت اے شہِ خرام احترام / خشک و تر کو ہے سہارا تیر ادامن آب میں (کلیات ذوق، جلد، دوم، ص ۱۳۳)

حضرت نوحؑ: حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو ایک طویل مدت تک رب تعالیٰ کی طرف بلایا لیکن جواب میں سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اس صورت احوال میں حضرت نوح نے ان کے لیے دردناک عذاب کی التجا کی جسے رب تعالیٰ نے قبول کر لیا۔ قرآن پاک میں اس واقعہ کی طرف ان الفاظ میں ذکر ملتا ہے:

ترجمہ :"اور نوح نے بھی عرض کی کہ اے میرے پروردگار! زمین پر کافروں میں سے ایک بھی باشندہ جیتا مت چھوڑ، اگر تو انھیں رہنے دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں اور ان سے کافرو فاجر ہی اُولاد پیدا ہوتی رہے گی۔ اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو بھی میرے گھر میں داخل ہو بہ حیثیت مومن کے اور کل ایمان والوں اور ایمان والیوں کو اور ظالموں کی ہلاکت کو تو بڑھاتا ہی جا"۔(القرآن، سورہ نوح، آیت، ۲۶تا۲۸، پارہ،۲۹)

کشتی نوحؑ کے علاوہ باقی سب صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لیے فنا ہو گیا۔ حضرت نوحؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپؑ گریہ زاری بہت کرتے تھے۔ آپؑ نے ۹۵۰ سال کے قریب عمر پائی اور بہت تھوڑے لوگ آپؑ پر ایمان لا سکے، یہی وجہ ہے کہ آپؑ نے غالباً نااُمید ہو کر رب تعالیٰ سے ان کے لیے عذاب مانگا جو پانی کی صورت ہر چیز کو بہا کر نیس و نابود کر گیا۔ آنسہ نجمہ اشتیاق لکھتی ہیں:

"آسمان سے اس قدر بارش برسی کہ سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا اور کچھ بھی حیات و باقی نہ رہی۔ نوحؑ اور ان کے معتقدین کے علاوہ باقی ہر چیز فنا کر دی گئی۔ تین ماہ بعد زمین کو خشک کر کے دوبارہ حیاتِ ثانی کا عمل دہرایا گیا۔ اس واقعے کے پیش نظر نوحؑ کو ثانی آدمؑ کہا جاتا ہے"۔[۶]

فارسی اور اُردو شعرا نے نوحؑ کی کشتی کے حوالے سے کہیں تلازمے تراشے ہیں اور مختلف صنعتوں میں اس کو بطور علامت خیر و شر کی تفریق کے برتا ہے۔ اس حوالے سے "طوفانِ نوح، فونانِ گریہ، کشتی نوح، چشمِ گریہ، دیدہ نوح" قابلِ ذکر ہیں۔

شعرا نے آپؑ کی گریہ زاری اور طویل عمری کو کہیں طنز اور کہیں استعارتی رمز کے طور پر لیا ہے۔ آپؑ نے اپنی قوم کو پانی کے طوفان سے بچانے کے لیے کشتی بنائی تھی جو نافرمان قوم کے علاوہ آپؑ کے معتقدین کو بچانے کے کام آئی تھی۔ حضرت نوحؑ کی سوانح و شخصیت دلچسپی کی حامل ہے۔ قرآن و احادیث کے علاوہ دیگر زبانوں کے ادبیات میں آپؑ کے احوالِ قصص کا تذکرہ ملتا ہے۔

- اس کے وعدے کی وفا تک وہ کوئی ہووے گا جو / ہو معمر نوح سا، صابر ہو ایوب سا[دیوان سوم، میر، ص:۱۸۵]
- جہاں میں گریہ نہ پہنچا بہم مجھے دل خواہ / پہ نوح کے سے تو طوفاں ہزار لایا ہوں[دیوان اول، میر، ص:۴۱۳]
- طوفانِ گریہ کی ہے مرے حد اک عمرِ نوحؑ / دریا نہیں کہ آج چڑھا کل اُتر گیا(کلیات قائم، جلد، دوم، ص۵۳)
- آنسو ہر ایک غیرتِ طوفانِ نوحؑ ہے / اب جوش پر دیدہ تر آئے ہے نظر(دیوانِ جرات، جلد، اول، ص۳۶۵)
- آپ کی گرمی سے دُنیا میں ہو جو تر خشک ہو / نوحؑ کا طوفاں بھی ہو تو خشک پر خشک ہو(دیوان مومن، جلد، اول، ص۱۸۰)

ؔ اے چشم یہ توقع نہ تھی تجھ سے مجھ کو تو / برپا کرے ہے نوحؑ کا طوفان کیا سبب (دیوان ظفر، ص ۳۴۵)

ؔ طوفانِ نوحؑ لانے سے اے چشم فائدہ / دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں (نوح ناروی، طوفانِ نوح، ص ۵۶)

حضرت ابراہیمؑ: حضرت ابراہیمؑ رب تعالیٰ کے نہایت محبوب پیغمبر ہیں۔ ان کا بُت شکنی کا واقعہ بہت مشہور ہے جس کا قرآن میں تذکرہ نہائت شاندار الفاظ میں آیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے دور میں ایک نمرود نامی بادشاہ تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اس دعوی میں اس قدر آگے بڑھ گیا تھا کہ ظلم و زیادتی میں نشانِ امتیاز بن بیٹھا کہ اس کی رعونت و کبر کو بالا آخر ابراہیمؑ کے ہاتھوں شکست نصیب ہوئی۔

قرآن میں ابراہیمؑ کے بارے میں متعدد جگہوں پر ذکر ملتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "جب ابراِہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو، بے شک میں تو تم کو اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا دیکھتا ہوں"۔ (القرآن، سورہ انعام، آیت، ۷۴، پارہ، ۷)

ترجمہ: "اور ہم ابراہیمؑ کو اِس سے بھی پہلے بہترین فہم علم عطا کر چکے تھے اور ہم اِن کو خوب جانتے تھے، جب انھوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا یہ کیا واہیات مورتیں ہیں جن پر تم بیٹھے ہو"۔ (القرآن، سورہ الانبیاء، آیت، ۵۱ تا ۵۲، پارہ، ۱۷)

اُردو شعرا کے ہاں واقعہ نمرود سے متصل ضمنی احوال کو مختلف تلمیحات و اشارت اور کنایات و رمزیات میں بیان کیا گیا ہے جس سے حق و باطل کی تفریق اور غلبہ صداقت کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے۔

ؔ بری کی آگ میں دھنسنے کی نئیں ہے کچھ فکرِ دل کو / کہ جیوں غم نہیں ہے ابراہیمؑ کو آتش میں جانے کا (دیوان ولی، ص ۹۸)

ؔ میں ہوں گل چینِ گلستانِ خلیلؑ / آگ میں ہوں پہ باغ باغ ہوں میں (دیوان درد، ص ۱۷۳)

ؔ عشق نے ہم کو دکھایا آج اعجازِ خلیلؑ / آگ سے پیدا ہمارے ہاتھ کا گل ہو گیا (کلیات ناسخ، جلد، اول، حصہ دوم، ص ۳۱)

ؔ آتش آہ بے اثر سے مری / آسماں گلشن خلیلؑ ہوا (دیوان مومن، جلد، اول، ص ۵۸)

ؔ توڑ دیتا ہے بتِ ہستی کو ابراہیمِ عشق / ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق (کلیات اقبال، ص ۱۴۰)

جدید شعرا کے ہاں بھی حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے اسماعیلؑ کے درمیان مکالمہ اور قربانی کے واقعے کے پیشِ نظر سیکڑوں اشعار میں اس قصے کا بیان ملتا ہے جس سے شعرا کی دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔

ؔ غریب و سادہ رنگین ہے داستانِ حرم / نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیلؑ (کلیات اقبال، ص ۴۳۲)

ؔ بغیر معجزہ پھوٹتے نہیں چشمے / کوئی رگڑتا رہے لاکھ ایڑیاں لوگو (حفیظ جالندھری، سوز و ساز، ص: ۶۳)

ؔ چاہِ زمزم کے آپ مینڈک ہیں / کوئی چشمہ کبھی تو پھوٹے گا (کلیات اکبر، جلد، دوم، ص ۷۵)

حضرت اسماعیلؑ: حضرت اسماعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے تھے۔ رب تعالیٰ نے انھیں معزز مقام عطا فرمایا۔ انھوں نے باپ کے حکم کی تعمیل میں اُف تک نہ کی اور چھری کے سامنے اپناگلہ پیش کر دیا۔ رب تعالیٰ نے آپ کی باپ کے حکم کی تعمیل کی انجام دہی کے حسین منظر کو قرآن میں نہایت عمدہ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اُردو شعرا نے اس واقعے کو باپ بیٹے کی محبت کا استعارہ بنا دیا ہے۔ شعرا کے ہاں دسیوں انداز میں اس واقعے کی روداد ملتی ہے جو ہر ہر انداز میں جذبہ ایمانی کو گرماتی ہے اور پدر پسر کی محبت ازلی کو اُبھارتی ہے۔

- تجھ نین کی خنجر اں پر کر نظر / دیدہ بازاں چشم قربانی ہوتے (دیوان ولیؔ، جلد دوم، ص۳۹)
- دل کو رکھ دوں اس دم شمشیر پر گر ڈھب بنے / تا یہ قربانی صراط عشق پر مرکب بنے (دیوان ذوق، جلد، اول، ص۹۷)
- تیرے سرباز کو وہ دن نہ ہو کم عید قربان سے / کرے جس روز تو قرباں اُسے مانند قربانی (کلیات ظفر، جلد سوم، ص۶۱)
- یہ فیضانِ نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی / سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی (کلیات اقبال، ص۳۵۳)

حضرت یعقوبؑ : دیواوینِ میر میں اسلامی واقعات پر مبنی سیکڑوں تلمیحات کا خزانہ ہے۔ باپ بیٹے کا ایک دوسرے سے جدا کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ یوسفؑ کا کم عمری میں میں قیدی کی حیثیت سے بازار میں بکنا؛ مصر کے دربار میں رسائی، زلیخا کا فریفتہ پن اور زندان کی خواری ایسے واقعات ہیں جن میں مصائب و آلام اور درد و غم کا عُنصر بہت زیادہ تھا۔ اس غم کو باپ، بیٹے نے ایک طویل جدائی کی صورت جھیلا۔

اُردو اور فارسی شاعری میں یعقوبؑ سے متعلق شعرا کا انداز خاصا دلکش اور اچھوتا ہے۔ شعرا نے یعقوبؑ کی اپنے بیٹے یوسفؑ کی یاد میں جس شدت سے گریہ زاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ شعرا نے اس قرآنی قصص کو خوب بڑھاچڑھا کر بیان کیا ہے اور نت نئے نکتے تراشے ہیں اور دسیوں تلمیحات وضع کی ہیں جس سے شعرا کی اس قرآنی واقعے کے بارے میں دلچسپی کا پتہ چلتا ہے۔

- نہ کر تغافل اے مصر حُسن کے یوسفؑ / مثال دیدہ یعقوبؑ ہیں نین تجھ بن (دیوان ولی، ص۱۷۷)
- غم نے ترے بٹھایا اے ماہ مصر خوبی / یعقوب وار ہم کو بیت الحزن کے اندر (کلیات انشا، جلد، اول، ص۱۴۸)
- کشور مصر میں قفل درِ چشمِ یعقوبؑ / آئی پیراہن یوسفؑ کی، جو بو، ٹوٹ گیا (کلیات شاہ نصیر، جلد، الو، ص۲۰۱)

میرؔ نے یعقوبؑ کی گریہ زاری کو غم کا استعارہ بنا دیا ہے۔ زلیخا کی یوسفؑ سے محبت کو عشق کی علامت قرار دیا ہے۔ اپنے خاندان سے ان کی بدعہدی اور حاسدی سوچ کے برعکس مہر و مرورت کا عنصر یوسف کے شخصی قدو قامت، رواداری و ملنساری اور بڑے پن کا پتہ دیتا ہے۔

- آئی کنعان میں بادِ مصر، ولے / نہ گئی تا نہ کلبہ یعقوبؑ [دیوان دوم، میر، ص:۱۳۷]

ے نہ اک یعقوب رویا اس الم میں / کنواں اندھا ہوا یوسف کے غم میں [دیوان اول، میر، ص:۴۱۹]

رب تعالیٰ نے ان کے صبر اور گریہ زاری اور پسر و پدر کی محبت کو قرآن میں خوبصورت الفاظ میں یاد کیا ہے۔ ایک باپ نے بیٹے کی یاد میں بینائی کو تج دیا لیکن یادِ پسر سے غافل نہ رہا اور پھر پسر پدر سے یوں ملا کہ محبت پسر و پدر کا اس سے بہت ثبوت و نظارہ کی ثانی مثال ہنوز ممکن نہ ہو سکی۔

ے یعقوبؑ روئے گر غم یوسفؑ میں، تھا بجا / رونے ہی کی جگہ ہے پسر ہو پدر سے دور [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۱۲۷]

ے عشق ہوتا ہے حسینوں کو نظر بازوں سے / دی بصارت وہیں یوسفؑ نے جو یعقوبؑ آیا [کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:۳۳]

ے یعقوب سے بشر کو دی تو نے ناصبوری / یوسف سے پارسا پر بہتاں لگا کے چھوڑ (دیوان حالی، ص ۱۹۲)

ے نام یوسف سے ہوا یعقوب کا / یوں تو حضرت کے بہت بیٹے ہوئے (کلیات اکبر، جلد، دوم، ص ۴۵)

حضرت یوسفؑ: حضرت یوسف کا مسکن فلسطین میں وادی "حبرون" تھا جسے اب "الخلیل" کہتے ہیں۔ ان کی والدہ "راحیل" نامی انتہائی پارسا اور نیک خاتون تھیں۔ یوسفؑ کو رب تعالیٰ نے ایسا حُسن عطا کیا تھا جس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ کا قرآن میں متعدد جگہوں پر ذکر آیا ہے۔ سورہ یوسفؑ کو قرآن کے دیگر قصص کے مقابلے میں "احسن القصہ" کا اعزاز حاصل ہے۔ مولانا حفیظ الرحمن سیوہاری لکھتے ہیں:

"قرآن عزیز میں یوسفؑ کے واقعہ کو "احسن القصص" کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ اس ایک واقعہ کی نسبت دوسرے کسی واقعہ میں اتنی عبرتیں، حکمتیں اور مواعظ و نصائح نہیں ہیں۔ درحقیقت یہ واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب دلکش اور زمانہ کے عروج و زوال کی زندہ یادگار ہے"۔ ے

قصہ یوسف و زلیخا کو شعرا نے بہت اہمیت دی ہے اور اس کے سبھی چھوٹ بڑے واقعات کو جگہ جگہ جزئیات کے ساتھ شاعرانہ انداز میں بیان کیا ہے جس سے یوسفؑ کی سوانح و شخصیت اُبھر کر سامنے آتی ہے۔ ڈاکٹر وفا یزدان منش لکھتی ہیں:

"یوسف کو حُسن میں ماہ کنعان کا خطاب دیا گیا جو معشوق سے کنایہ بھی ہے۔ یوسف کے ساتھ مختلف واقعات رونما ہوئے جن کی قرآن پاک میں تفصیل سے وضاحت ہوئی ہے۔ شاعری میں ہر ایک واقعہ خود ایک تلمیح ہے جس میں سب سے زیادہ حُسنِ یوسفؑ پر شعرا کی توجہ مرکوز رہی ہے۔ حُسنِ یوسفؑ ایک ظاہری حُسن نہیں بلکہ ایک مثالی حُسن ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ یوسفؑ کا کردار اور اور شخصیت اس قدر انفرادیت لیے ہوئے کہ شعرا کی توجہ اس واقعے پر آکر خود بہ خود رُک جاتی ہے"۔ ۸ے

اُردو شاعری میں قریباً سبھی شعرا کے ہاں یوسفؑ کی سوانح و شخصیت سے متعلق اظہارِ خیال ملتا ہے جس سے یوسفؑ کی دیگر انبیاء کے مقابلے میں بطور ذکرِ خیر زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ شعرا نے قصصِ یوسفؑ زلیخا سے نت نئے معانی اخذ کیے ہیں اور ایسے ایسے نکتے تراشے ہیں جس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے اور شعرا کے اس اقدامِ شاعرانہ کو داد دیئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔

- ترے فراق میں اے نور دیدہ یعقوبؑ / کیا ہے دل کی زلیخا نے صبر جیوں ایوبؑ (دیوان ولی، ص ۱۷۴)
- اتنا ہے تو یوسفؑ سے مشابہ کہ عدم کے / پردے میں چھپا اس کے تئیں تجھ کو نکالا (کلیات سودا، جلد، اول، ص ۱۰۰)
- مری بھی طرف تو کبھی آ جا مرے یوسفؑ / بڑھیا کی طرح میں بھی خریدار ہوں ترا (دیوان درد، ص ۱۳۵)

میرؔ کہتے ہیں یوسفؑ کی مصر میں آمد؛ زلیخا کی خوش نصیبی کا ذریعہ بن گئی ہے۔ زلیخا سے بڑھ کر کوئی ان کا مشتاق نہ تھا۔ یہ خریداری بھی عجب خریداری ہے۔ تن من دھن لٹا کر جسے ایک نظر دیکھنے کو نگاہیں ترستی ہوں؛ وہ پورے شہر کی نگاہوں کا مرکز بن جائے۔ محبت و عشق کی اس کشمکش نے جہاں یوسفؑ و زلیخا کے قلب کو باہم آموختہ کیا وہاں زنداں کی سیر کا لطف بھی یوسفؑ کے حصے میں آیا۔ میرؔ نے حُسنِ یوسفؑ اور عشقِ زلیخا کے لیے "یوسفتان" کی تلمیح تراشی جو ان کی لسانی پختگی اور فنی لیاقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

- عشق کا جذب ہوا باعث سودا قضا / یوسفِ مصر، زلیخا کا خریدار نہ تھا [دیوان اول، میر، ص:۱۲۵]
- بازار میں ہو جانا اُس مہ کا، تماشا تھا / یوسف بھی جو واں ہوتا تو اس پہ بِکا جاتا [دیوان چہارم، میر، ص:۱۹۵]

ناسخ نے یوسفؑ تلمیح کے حوالے یہ قصہ یوسفؑ زلیخا کی مختلف جزئیات کو شاعرانہ اُسلوب میں بیان کیا ہے۔ کہیں برادران یوسف کی چشم پوشی، کہیں مصر کے بازار کا احوال اور کہیں زلیخا کی ہوسِ وصال کے آگے یوسفؑ کی فرار کا قصہ ناسخ نے منفرد اور دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔ شعرا نے اس واقعے کو تلمیحاتی انداز میں "پیر کنعان، حُسنِ یوسفؑ، بردرانِ یوسفؑ، چاہ کنعان، بازارِ مصر، عزیز مصر، پاک دامنی یوسفؑ، زنانِ مصر، زندانِ مصر، جستجوئے یوسفؑ" وغیرہ تلمیحات سے یاد کیا ہے۔

- لاکھوں نے کاٹ کے سر رکھ دیئے قاتل کے حضور / انگلیاں ہو گئیں یوسف پہ جو دو چار جدا [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۱۰]
- ہوتی ہے غربت میں ثروت، پر بڑی ایذا کے بعد / رنج اُٹھائے کس قدر یوسفؑ نے کنعاں چھوڑ کر [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۱۲۸]
- کیا نرالی گرم بازاری مرے یوسفؑ کی ہے / پڑ گئی جب آنکھ، اک بجلی گری بازار پر [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۱۳۴]
- یوسفتان ہو گئے ہیں کوچہ ہائے لکھنو / ایک مدت سے پڑا ہے مصر کا بازار بند [کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:۱۸۵]

اُردو شعرا نے واقعہ یوسفؑ کو سیکڑوں انداز میں بیان کیا ہے اس کے باوجود اس واقعے کی دلچسپی اور حیرت کا عنصر قاری کو بور نہیں کرتا بلکہ جیسے جیسے یہ قصہ پڑھا جاتا ہے ویسے ویسے اس کا جمالیاتی آہنگ کُھلتا چلا جاتا ہے۔

؎ خواب میں کیا غش ہو یوسف کو زلیخا دیکھ کر / کھل گئیں آنکھیں تجھے اے جلوہ آرا دیکھ کر (دیوان مومن، جلد، اول، ص ۹۲)

؎ یوسف کو مول لے کے زلیخائی کی ہے آپ / سودائے عشق میں ہے زیاں نام سود کا (دیوان ظفر، ۹۴)

؎ بہت دن چاہیں یوسفؑ کو تا پہنچے زلیخا تک / نکل کر چاہ کنعان سے ابھی رہنا ہے زنداں میں (دیوان حالی، ص ۶۹)

حضرت ایوب: حضرت ایوبؑ پیغمبر کا قرآن میں متعدد جگہ ذکر ہے۔ آپ بہت خوشحال اور مالدار تھے۔ قرآن نے آپ کو صبر کرنے والا، "رجوع کرنے والا اور اچھا بندہ" کہا ہے۔ ارشادی باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور ہمارے بندے ایوبؑ کو یاد کرو جب اِس نے اپنے رب سے فریاد کہ مجھے شیطان نے تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے (ہم نے کہا) اپنے پیر سے زمین پر ٹھوکر مارو (چناچہ) ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ یہ تمہارے نہانے کی جگہ اور پینے کے لیے ٹھنڈا پانی ہے اور ہم نے ان کے اہل انھیں عطا کر دیئے اور اسی کی مانند انھیں اور عطا کر دیا۔ یہ ہماری جانب سے رحمت تھی اور عقل مندوں کے لیے یادگار"۔

(القرآن، سورہ، ص، آیت، ۴۱ تا ۴۳، پارہ، ۲۳)

حضرت ایوبؑ، حضرت ابراہیمؑ کی پانچوں پُشت کی اُولاد میں سے تھے۔ آپؑ کے زمانے کے بارے میں اختلاف ملتا ہے۔ آپ کے وطن مالوف کے بارے میں یہ روایت زیادہ معتبر ہے کہ آپ عرب کے شمال مغرب میں فلسطین کی مشرقی سرحد سے متصل علاقے میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے اور تبلیغ احدیت کا پیغام بلند کیا۔ مولانا مودودی تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں:

"حضرت ایوبؑ کی شخصیت، زمانہ، قومیت، گویا ہر چیز کے بارے میں اختلاف ملتا ہے۔ جدید زمانہ کے محققین میں سے کوئی ان کو اسرائیلی قرار دیتا ہے، کوئی مصری اور کوئی عرب، کسی کے نزدیک ان کا زمانہ موسیٰؑ سے پہلے کا ہے اور کوئی انھیں داودؑ و سلیمانؑ کے زمانے کا قرار دیتا ہے۔ کچھ بعید از قیاس نہیں ہے کہ ایوبؑ حضرت اسحاق کے بیٹے "عیسو" کی نسل سے تھے"۹

آپؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپؑ صبر و قناعت اور تسلیم وضا کے عملی پیکر تھے جس کی نسبت سے آپؑ کا رب تعالیٰ نے کڑا امتحان لیا جس میں آپ ثابت قدم رہے اور انعام و مقبولیت کے مستحق ٹھہرے۔

اُردو شعرا کے ہاں آپؑ کے صبر و استقامت کی مثالیں نہائت تحسین آمیز انداز میں ملتی ہیں۔ ولی دکنی سے داغ تک سبھی کلاسیکی شعرا کے ہاں تواتر سے آپؑ کا ذکرِ خیر ملتا ہے جس میں آپؑ کی استقامت اور ہر طرح کی مشکل کے باوجود ثابت قدم رہنے کی ادا کو ستائش آمیز عقیدت سے دیکھا گیا ہے۔ محمود نیازی لکھتے ہیں:

"حضرت ایوبؑ کو قدرتِ حق نے ابتلاو آزمائش میں مدت مبتلا کیا۔ آپ کے جسم میں کیڑے پر گئے، بیوی روٹھ گئی، سارا مال و اموال ختم ہو گیا لیکن آپؑ نے صبر کیا۔ بالآخر قدرتِ حق نے آپ کے صبر کو قبول کر لیا۔ قرآن میں مذکور ہے: "بیشک ہم نے ان کو صابر پایا"۔ ایوبؑ کے صبر کی ثانی نظیر و مثال نہیں ملتی یہاں تک کہ صبر ایوب ضرب المثل بن گیا۔"۱۰؎

- آرہ غم گر چلے سر پر مثالِ زکریا / یار کے جور و جفا پر صبر جیوں ایوب خوب (کلیات سراج، ص۳۵۴)
- آئے ہیں یاد حضرت یوسفؑ کے قبلہ گا / اے صبر رکھ دے ہاتھ سے ایوب کی شبیہ (کلیات انشا، جلد، اول، ص۳۳۹)
- ترے پاؤں کی گرا نہیں ہاتھ آئی ابھی / اپنے زخموں کو بھریں حضرت ایوبؑ حنا (کلیات مصحفی، جلد، چہارم، ص۵۶)

میرؔ نے صبر ایوب تلمیح سے مزاجی عشق کی نیرنگیوں اور آلام و اوہام کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ میرؔ کہتے ہیں:
محبوبِ بے مروت کے تقاضے نبھانے اور وفاداری کا دم بھرنے کا ہر کسی کو یارا نہیں۔ اس راہ میں نوح ایسی طویل عمر اور ایوب ایسا صبر چاہیے۔ عشق کا امتحان اکثر عمر و صبر کی طوالت و ریاضت سے سوا ہوتا ہے۔ اس راہ میں جان و مال اور ناموس و قار سب جاتا رہتا ہے۔

- اس کے وعدے کی وفا تک وہ کوئی ہووے گا جو ہو / معمر نوح سا، صابر ہو ایوب سا[دیوان سوم، میر، ص:۱۸۵]

آتش نے ایوب کے صبر کے مبدل تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ ایوبؑ کی طرح صبر کا انتہائی اعلیٰ مظاہرہ کرنا ممکن نہیں کہ یہ حوصلہ صرف ایوبؑ میں تھا۔

- مبدّل صبر بے تابی سے ہو جائے / اگر دیکھیں تری ایوبؑ صورت[کلیات آتش، ر،ت، ص:۱۸۷]
- صبر اس سے زیادہ کرنا کام ہے ایوبؑ کا / لو خبر میری کہ اب عاشق کی طاقت طاق ہے (کلیاتِ سودا، جلد دوم، ص۱۴۱)
- نہ میرا صبر صبر حضرتِ ایوبؑ سے کم / تھا سبھی پیشِ نظر معرکہ کرب و بلا (دیوان ظفر، ص۴۵۲)
- کہاں سے لاؤں صبر حضرت ایوبؑ اے ساقی / خم آئے گا صراحی آئے گی تب جام آئے گا (کلیات شاد، حصہ دوم، ص۲۱۱)

حضرت موسیٰؑ: موسیٰ رب تعالیٰ کے برگزیدہ اور پسندیدہ پیغمبر تھے جن کی قوم پر رب تعالیٰ بے انعامات و کرامات کا نزول کیا مگر ان کی سرکشی نے انھیں آزمائش و ابتلا میں مبتلا رکھا۔ موسیٰؑ نے ۱۲۰ سال عمر پائی۔ آپ کا زمانہ ۱۵ ویں اور ۱۶ ویں صدی قبل مسیح کا بتایا جاتا ہے۔ قرآن میں موسیٰؑ کی پیدائش کے احوال کو خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور ہم نے موسیٰؑ کی والدہ کی طرف وحی کی کہ انھیں دودھ پلائیں اور جب ڈر محسوس ہو تو انھیں دریا میں ڈال اور ڈور نہیں اور غم نہ کرو ہم اسے تمہیں لوٹا دیں گے اور ہم اسے رسول بنانے والے ہیں"۔ (القرآن، سورہ قصص، آیت، ۷، پارہ ۲۰)

حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے جو رب تعالیٰ کی محبوب اُمت بنی اسراعیل پر مبعوث کیے گئے تھے۔ رب تعالیٰ نے اس اُمت پر اپنی نوازشات کی انتہا کر دی مگر یہ نافرمان نکلی اور عذاب کی مستحق ٹھہری۔ اُردو شاعری کی جملہ روایت میں موسیٰؑ سے متعلق جس قدر تفصیل سے سخن گوئی کی گئی ہے؛ یہ التزام کسی اور شخصیت کے بارے میں بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ سید قاسم محمود لکھتے ہیں:

"موسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ پیغمبروں میں سے ایک ہیں۔ آپ کے بھائی ہارونؑ بھی اللہ کے برگزیدہ نبیوں میں سے ایک ہیں۔ قرآن عزیز نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کے قصہ میں بنی اسرائیل کا ذکر صرف اسی قدر کیا تھا کہ حضرت یعقوب (علیہ السلام) اور ان کا خاندان حضرت یوسف (علیہ السلام) سے ملنے مصر میں آئے مگر اس کے بعد صدیوں بعد حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے واقعات میں پھر ایک مرتبہ قرآن حکیم بنی اسرائیل کے واقعات تفصیل سے سناتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت یوسف (علیہ السلام) کے زمانے میں مصر ہی میں بس گئے تھے اور ان تمام پچھلی صدیوں میں ان کی تاریخ مصر ہی سے وابستہ رہی ہے"۔[۱۱]

کلاسیکی عہد کا پورا منظر نامہ موسیٰؑ کی سوانح و شخصیت اور احوالِ قصص سے بھرا پڑا ہے۔ اُردو شعرا نے فن بدیع کی صنعت تلمیح کو آپؑ کی شخصیت سے منسوب واقعات کے لیے گویا وقف کر رکھا ہے۔ تابوتِ ربانی، موسیٰؑ، بعثتِ موسیٰؑ، دم عیسوی، کوہ طور، لن ترانی، موسیٰ و خضر، ید بیضا، اس کی مثالیں ہیں۔

؎ تجھ مکھ کی آرسی میں ہے نورِ خدا عیاں / روشن ہے تجھ جمال ستی کوہ طور صبح (دیوان ولی، ص ۱۳۰)

میر موسیٰؑ کی لن ترانی کا مذکورہ شعر میں ذکر کرتے ہیں۔ سامعین تیرے منہ کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ ذکر مسیحؑ ہے اور سامعین مخاطب کی طرف دیکھتے ہیں۔ لب کشائی کے اعجاز کی منتظر نگاہیں؛ معجزاتی کیفیت کا نظارہ کرنے کے انتظار میں دم بہ خود محو دید ہیں۔

؎ طرفہ آتش خیز سنگستاں ہے دل / مقتبس یاں سے ہے شعلہ طور کا (دیوان دوم، میر، ص ۱۹۱)

؎ اعجاز منہ تکے ہے ترے لب کے کام سے / کیا ذکر یاں مسیح علیہ السلام کا [دیوان سوم، میر، ص: ۱۸۰]

بنی اسرائیل کو رب تعالیٰ نے دیگر اُمت کی نسبت سب سے زیادہ نعمتوں اور آسائشوں سے نوازا مگر انھوں نے رب تعالیٰ کے ان انعامات و سہولیات کی ذرا بھی پروانہ کی اور نتیجہ مردودِ بارگاہ خلائق کی صورت نکلا اور عذابِ الٰہی سے دوچار ہوئے اور قیامت میں بھی شرمندہ و ناکام ہوں گے۔ کلیم موسیٰؑ کی کینت ہے جس سے انھیں رب تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے وصف سے متصف کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عطاالرحمن صدیقی لکھتے ہیں:

"حضرت موسیٰ کے واقعہ کے تین پہلو بہت واضح ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی پیدائش سے لے کر جبلِ طور پر پیغمبر سے سرفراز ہونے تک، دوسرا منصبِ نبوت کے فرائض کی ادائی کے واقعات اور تیسرا پہلو خود ان کی اپنی قوم بنی اسرائیل کے معاملات۔ رب تعالیٰ نے موسیٰؑ کو ان تینوں واقعات کے جملہ معاملات میں صداقت پر رکھا اور ان کی ہر طرح سے مدد و استعانت کی یہاں تک کہ قومِ موسیٰؑ بنی اسرائیل کے چنگل سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہوگئی اور فرعون مع لاؤ لشکر کے ڈوب کر غرقاب ہوا۔"[۱۲]

- ٹھوکریں کھانے کو جائے طور پر اب کیوں کلیم / دیکھ پائے اسے صنم تیری تجلی گاہ کو[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۲۸۷]
- اے کلیم! اپنا دل اُس کا طالبِ دیدار ہے / آفتابِ حشر جس کا روزنِ دیوار ہے[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۳۴۰]

آتش نے موسیٰؑ کی ہمت، جرات اور فرعون کے سامنے ڈٹے رہنے کی ہمت کو خوب سراہا ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ فرعون نے ہر طرح سے بنی اسرائیل کو اور موسیٰؑ کے متعقدین کو سخت سزائیں اور وعیدیں سنائیں لیکن ثابت قدم رہنے والوں کے لیے رب تعالیٰ نے آسانیوں اور نجات کا ہر طرح سے سامان پیدا کیا اور ان کو نیل سے پار اُتارا اور فرعون کو غرقاب کیا۔ آتش نے موسیٰؑ کے معجزات اور رب تعالیٰ کا موسیٰؑ سے محبت کا تمام احوال پس پردہ اشعار منفرد اور دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔

- موسیٰ کو تیرے حکم سے دریا نے راہ دی / فرعون کو تو نے غرق کیا رودِ نیل کا[کلیات آتش، ر، الف، ص:۵۹]
- حق بجانب ہے جو موسیٰؑ کو نہ ہو تابِ جمال / تجھ کو نا دیدہ دل گبر و مسلماں لوٹا[کلیات آتش، ر، الف، ص:۸۲]
- شرط ہے رُتبہء مردانِ خدا کا انصاف / ڈوبا فرعون وہیں، موسیٰؑ وہیں پایاب اُترا[کلیات آتش، ر، الف، ص:۸۶]
- راہ دے صورتِ موسیٰؑ ہمیں بحرِ ہستی / کشتی و پُل سے نہ ہووے گا گزارا اپنا[کلیات آتش، ر، الف، ص:۱۱۵]
- موسیٰؑ کو غش آجائے گا جلوے سے تمھارے / دم دو گے مسیحا کو یہی ہے اگر انداز[کلیات آتش، ر، ز، ص:۲۲۷]

مرزا داغؔ موسیٰ تلمیح کے پس پردہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ سے متعلقہ ایک معروف قرآنی واقعے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ داغؔ کہتے ہیں موسیٰؑ نے خضرؑ کی معیت میں سفر کیا اور لازم خاموشی کو مصلحتاً اختیار رکھا۔ اَسرار الٰہیٰ اور نیابت الٰہی کا جو اَوج خضر کو میسر تھا۔ وہ موسیٰ کی دسترس میں نہیں تھا۔ داغؔ خضرؑ کی معیت میں سفر موسیٰ کو کنایتاً استعمال کرتے ہوئے محبوبِ بے مروت کو اپنی تقلید کرنے اور استقامت سے ساتھ نسبت دے رہے ہیں۔

- موسیٰ کی طرح راہ میں پوچھے نہ راز دوست / خاموش خضر ساتھ ہمارے چلا چلے[آفتاب داغ، ص:۷]
- جلوہ یار لب بام جو دیکھا ہوتا / پھر وہ کیا ہوگا کہ جس نے تمہیں دیکھا ہوگا(کلیات اکبر، جلد، اول، ص۸۶)
- کھنچے خود بہ خود جانبِ طورِ موسیٰؑ / کشش تری اے شوقِ دیدار کیا تھی(کلیات اقبال، ص۱۲۵)

جدید شعرا کے ہاں حضرت موسیٰؑ کی سوانح و شخصیت سے متصل جملہ واقعات و قصص کو نئے انداز میں اپنے زمانے کے سماجی و عصری تناظر میں دیکھنے کا رجحان ملتا ہے۔ جدید شعرا نے موسیٰؑ کے عہد کے جملہ احوال کو اپنے زمانے کی سنگینی اور حالات کی کربناکی سے متصل کر کے دیکھا ہے کہ آج بھی فرعون رعیتِ موسیٰؑ پر ظلم ڈھا رہا ہے اور کوئی اس کی سرکوبی کے لیے سر توڑ کوشش میں مگن ہے۔

- یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا / افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی (کلیات اکبر، جلد، دوم، ص ۲۱۰)
- پتہ ملتا نہیں اب آتش وادی ایمن کا / مگر مینائے مئے کی نور افشانی نہیں جاتی (انتخاب کلیات اصغر گونڈوی، ص ۲۱۱)
- کب تلک طورپی دریوزہ گری مثل کلیم / اپنی ہستی سے عیاں شعلہ سینائی کر (کلیات اقبال، ص ۳۱۲)
- وقت کے فرعون سے ڈر جائیں کیا / ہر زمانے میں طبیعت ہے دِگرگوں اُس کی (حفیظ میرٹھی، متاعِ آخرِ شب، ص ۶۶)
- قدم بڑھتے ہی جاتے ہیں ذرا لغزش نہیں ہوتی / حجاب لن ترانی حضرت موسیٰ سمجھتے ہیں (دیوان راسخ، ص ۳۳۱)

حضرت ہارونؑ: ہارونؑ حضرت عمرانؑ کے بیٹے موسیٰؑ کے بھائی تھے۔ مشہور ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ فرعون کے دربار میں گئے تھے۔ یہودیوں اور مسیحیوں کے عقائد کے مطابق خدا کے پیغمبر تھے۔ ہارون فصیح زبان تھے اور موسیٰؑ کے خلیفہ بطور وزیر معاونِ خصوصی تھے۔ ہارون موسیٰؑ سے تین سال بڑے تھے۔ ناسخ نے ہارون کا موسیٰؑ کے ساتھ ذکر پر مولا علیؓ کا حضور اکرمؐ کے ساتھ رفاقت کا مضمون باندھا ہے۔ ناسخ کہتے ہیں کہ جس طرح ہارونؑ نے اپنے بھائی موسیٰؑ کے لیے مدد کی اور رفیقِ کار رہے اسی طرح مولا علیؓ بھی حضور اکرمؐ کے ساتھ ہر مشکل میں کھڑے رہے۔

- کیونکر اے ناسخ! خوارِ عجل دشمن ہو نہ خوار / کیسے موسیٰ کا علیؓ شیر خدا ہاروںؑ ہوا [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۱۲]
- کیا جو عہد موسیٰ سے بجالایا میں اے ناسخ / بہت گوسالے چلا آئے، نہ چھوڑا میں نے ہاروں کو [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۲۸۳]

حضرت داودؑ: داوٗدؑ رب تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔ بنی اسرائیل کی رُشد و ہدایت کے لیے رب تعالیٰ نے داوٗدؑ کو منتخب فرمایا۔ انھیں زبور کا تحفہ عطا کیا۔ جب آپ لحن سے تلاوت فرماتے تو پرندے ان کی خوش الحان قرأت میں آواز سے آواز ملا کر پڑھتے اور ہوا میں اُڑتے ہوئے پرندے رُک جاتے۔

قرآن میں حضرت داوٗد کے بارے میں مختلف جگہوں پر ذکر ملتا ہے۔ ارشار باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "ہم نے ان کی سلطنت کو قوت دی تھی اور ہم نے انھیں حکمت اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطا کی تھی"۔ (القرآن، سورہ ص، آیت، ۲۰، پارہ، ۲۳)

ترجمہ: " اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض دوسرے نبیوں پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داوٗد کو زبور عطا کی"۔ (القرآن، سورہ، بنی اسرائیل، آیت، ۵۵، پارہ، ۱۵)

اُردو شعرا نے ایرانی روایت سے استفادہ کرتے ہوئے انبیائے کرام کے ذکر کو کمال دلچسپی سے اپنے کلام میں بیان کیا ہے اور اس میں نت نئی علامات اور اشارات و کنایات کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے مخصوص شعری انداز کو لائقِ داد بنایا ہے۔ حضرت داؤد کی سُریلی آواز اور خوبصورت لحن کو شعرا نے محبوب کے لب و لہجے اور شیریں دہن کے لیے کہیں تشبیہ، کہیں استعارہ اور کہیں بطور علامت برتا ہے۔ ثوبان سعید لکھتے ہیں:

"حضرت داؤدؑ کی خوش الحانی مشہور ہے۔ جب آپؑ زبور کی تلاوت کرتے تو آپؑ کے وجد آفریں نغموں سے چرند اور پرند تک متاثر ہو جاتے اور آپؑ کے ارد گرد جمع ہو کر سُریلی اور پُر کیف آوازوں میں آپؑ کی ہمنوائی کرتے۔ حضر داؤد کی اس فضلیت کا ذکر سورہ صبا، انبیا اور ص میں صراحت سے آیا ہے"۱۳؎

مرزا داغؔ نے داؤدؑ کے لحن کی ستائش کی ہے۔ کہتے ہیں مجھ ایسے شاعرِ بے نوا کو جب کوئی خوش گلو میسر آجاتا ہے تو ذہن میں داؤدؑ کا سراپا گھوم جاتا ہے۔ میں تادیر اُن پر درود پڑھتا رہتا ہوں۔ داغؔ؛ چونکہ قلعہ معلیٰ میں قیام پذیر تھے۔ ان کے کلام کو مغنیہ دل سے گایا کرتی تھیں۔ ان کے کلام کو عالمی پذیرائی حاصل تھی۔

؎ پہروں پڑھے ہے حضرت داؤد پر درود / جب آ گیا ہے داغؔ کوئی خوش گلو پسند [گلزار داغ، ص:۴]

داغ کے علاوہ آتش اور مومن کے ہاں بھی داؤدؑ کا تذکرہ ملتا ہے جو ایک گہری معنویت لیے ہوئے ہے۔

؎ کڑا پن آگے مردانِ خدا کے چل نہیں سکتا / کفِ داؤدؑ میں یکساں ہے عالم موم و آہن کا (کلیات آتش، جلد دوم، ص ۱۱۲)

؎ کیوں شکر کریں نہ آلِ داؤدؑ / افسونِ شہنشی سکھایا (دیوان مومن، جلد، دوم، ص ۲۱۹)

حضرت سلیمانؑ: حضرت سلیمانؑ رب تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔ خدا نے آپ کو خاص ملکہ فن و ہنر بچپن ہی میں عطا کر دیا تھا۔ رب تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو بھی بہت سے معجزے عطا کر رکھے تھے۔ سلیمانؑ کا تذکرہ بڑی دلچسپی کا حامل اس لیے ہے کہ قرآنی قصص میں پہلی بار انسان کے ساتھ پری، جن اور دیگر مخلوقات کا یکجا ذکر ملتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو ایک خاص علم دیا اور وہ دونوں کہنے لگے ساری تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی ہے۔ اور داؤد کے جانشین سلیمانؑ ہوئے اور انھوں نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی کی تعلیم دی گئی ہے اور ہم کو ہر قسم کی چیزیں عطا ہوئی ہیں بے شک یہ توکھلا ہوا فضل ہے" (القرآن، سورہ، نمل، آیت، ۱۵ تا ۱۶، پارہ، ۱۹)

رب تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو جن معجزات سے نوازا تھا وہ خاصی دلچسپی کا سامان لیے ہوئے ہیں۔ خاص طور سے چرند، پرند حیوانات کی زبان سے واقفیت، تخت کا ہوا میں اُڑنا، ملکہ صبا کے محل اور حکومت و ملک کا نظام اور

جنوں کی مدد سے تخت کا سلیمانؑ کے دربار میں لایا جانا اور ملکہ بلقیس کی آمد اور ہد ہد کا خط لے کر جان، یہ سبھی واقعات شعرا کے ہاں خصوصی توجہ کا باعث بنے اور سیکڑوں اشعار میں ان واقعات کی تفصیل جدا جدا انداز میں پڑھنے کو ملتی ہے جس سے اُردو شعرا کی انبیائے کرام کی سوانح و شخصیت اور قصص سے دلچسپی کا پتہ چلتا ہے۔ نجمہ رحمانی لکھتی ہیں:

> "آپ جانوروں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے۔ ہوا پر آپ کا قابو تھا۔ آپ کا تخت ہوا میں اُڑا کرتا تھا۔ حضرت سلیمانؑ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ کی حکومت صرف انسانوں پر ہی نہ تھی بلکہ جن بھی آپ کے تابع تھے"۔[۱۴]

میرؔ سلیمان اور سکندر کی بادشاہی سے متاثر ہیں۔ کہتے ہیں اب تک ان عظیم الشان فرماں رواؤں کی بادشاہت کا رُعب باقی ہے۔ میرؔ کا یہ عجیب رویہ ہے یا ان کی وسعت النظری کا اعجاز ہے۔ میرؔ کہتے ہیں: سلیمان کے جاہ و جلال کے آگے مدِ مقابل مور کی رسائی بھی آخر کہاں تک ہو سکتی ہے کہ ایک طرف پیغمبر ذی شان اور دوسری طرف معمولی طاقت سے متصف موہوم اُمید ناتواں کہ جس کے اپنے وجود میں بارِ دگراں کو اُٹھانے کی ہنوز سکت نہیں۔

حضرت سلیمانؑ کے واقعات کو شعرا نے " خاتمِ سلیمانؑ، مہر سلیمانؑ، ہد ہد، شہر صبا، ملکہ صبا، تخت سبا" تلمیحات کی مدد سے بھی بیان کیا ہے جس سے شعرا کی فن بدیع پر مہارت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

- سلیماں، سکندر کہ شاہانِ دیگر / نہ رونق گئی کس کی دولت سے اب تک[دیوان دوم، میر، ص:۳۶۲]
- مت ہو مغرور اے کہ تجھ میں زور ہے / یاں سلیماںؑ کے مقابل مور ہے[دیوان اول، میر، ص:۶۵۸]

ناسخ سلیمانؑ کے حوالے سے ان کے اسم اعظم معجزے کا ذکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ایک انگوٹھی کے نگیں نے مجھ فقیر کو بادشاہ بنا دیا ہے۔ دینے والا سخی ہو تو لینے والے کی حاجت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔ ناسخ نے سلیمانؑ کی رعایت سے "انگشتری سلیماںؑ" تلمیح وضع کی ہے۔ ملکہ بلقیس کے ذکر کو ناسخ نے پس پردہ جزوی انداز میں شعر کا حصہ بنایا ہے اور اپنے محبوبِ بے مروت سے ایسی ہی ستائیش آمیز عقیدت مطلوب کی ہے۔

- انگشتر اپنی دے کے سلیماںؑ کر دیا / طاعت میں بھی سوال سُنا گر فقیر کا[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۰۱]
- اک پری کے عشق نے مجھ کو سلیماںؑ کر دیا / لختِ دل لگ ہے تو حلقہ چشم کا خاتم ہوا[کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۲۱]

آتش نے ملکہ بلقیس کی نسبت سے محبوبِ بے مروت کی یاد میں آہیں بھرنے کا ذکر سلیمان اور ہد ہد کی نامہ بری کے ساتھ جوڑا ہے جو فنی اعتبار سے عمدہ نکتہ ہے جبکہ حقیقت اس سے ذرا مختلف ہے۔

- تو ہے محبوب اسے ادنیٰ ہو کہ اعلیٰ اس میں / دم بھرا کرتا ہے مور اور سلیمانؑ تیرا[کلیات آتش، ر، الف، ص:۱۴۲]

داغ کہتے ہیں سلیمان کی انگوٹھی کا نگینے پر "اسم اعظم "کندہ تھا۔کاش ہمارے محبوب کی طرح یہ بھی دل کے نگینے سے نگینہ ملا کر دیکھے تاکہ اسے معلوم ہو کہ محبت کے آگے اختیار کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔داغؔ نے سلیمانؑ کے معجزات کو تفنن طبع کے طور پر برتا ہے۔یہ شاعرانہ رعایت ہے جس نے تاریخی تلمیح کے حسن اور تعارف میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔

- حسرت جس آبرو کی سلیمان کو رہی / یثرب میں ہے وہ مرتبہ مور ضعیف کا[گلزار داغ، ص:۳۰]
- ہمارے دل پہ محبت کا نقش کندہ ہے / ملا سکے نہ سلیمانؑ بھی اس نگیں سے نگیں[مہتاب داغ، ص:۴۶۶]

جدید شعرا کے ہاں حضرت سلیمانؑ کی شخصیت اور معجزات کے حوالے سے بیان خاصا اہمیت لیے ہوئے ہے۔جدید شعرا نے اپنے زمانے کی نزاعی صورتحال کو سلیمانِ زماں سے متصل کر کے دیکھا ہے اور جابجا نکتے تراشے ہیں جس سے ان کے ذہنی پس منظر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور یہ احساس واضح ہوتا ہے کہ شعرا کس طرح اپنے زمانے کی سماجی و تہذیب صورتحال کو ادب کے توسل سے بیان کرتے ہیں۔

- بلقیس سے کہو کہ سرِ بار گاہ ناز / پریاں کھڑی ہیں تختِ سلیماں لیے ہوئے(جوشؔ، شعلہ و شبنم، ص ۵۲)
- جہاں چلتا نہ تھا کچھ زور اب واں ریل چلتی ہے / میسر خاکساروں کو بھی اب تختِ سلیماںؑ ہے(کلیات اکبر، جلد دوم، ص ۲۳۱)
- زندگی دل کا سکوں چاہتی ہے / رونق شہر سبا کیا دیکھیں(باقی صدیقی، جامِ جم، ص ۶۶)
- یوں ترے حُسن کی تصویر غزل میں آئے / جیسے بلقیس سلیماںؑ کے محل میں آئے(ناصر کاظمی، کلیات ناصر، ص ۱۹۱)
- راستہ بھولا نہیں اب کے پرند خوشخبر / اور کچھ اُجڑا ہوا شہر سبا پہلے سے تھا(پروین شاکر، ماہِ تمام، ص ۱۸۳)

حضرت یونسؑ: حضرت یونسؑ رب تعالیٰ کے محبوب برگزیدہ پیغمبر ہیں۔رب تعالیٰ نے انھیں بہت عزیز رکھا اور کڑے امتحان سے بھی گزارا۔ان کی سوانح و شخصیت کو قرآن و احادیث میں نہایت قدر کی نگاہ سے دکھایا گیا ہے۔حضرت یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ میں جانے کا واقعہ شعرا کے ہاں خاصی دلچسپی کا حامل رہا ہے اور شعرا نے اس پر اپنے اپنے انداز میں جداگانہ آراء کا اظہار بھی کیا ہے ڈاکٹر وفا یزدان منش لکھتی ہیں:

"حضرت یونسؑ کی کہانی خاص طور پر مچھلی کے پیٹ میں آن کا جانا اثر انداز رہا ہے۔شاعری میں یہ مچھلی لالچ کا مظہر ہے۔دریائے یونسِ ترکیب 'غم' سے کنایہ ہے۔شعرا کے ہاں یونسؑ کے اس واقعے کو خاصی دلچسپ صورتحال میں دکھایا ہے اور لالچ و استغفار کی ملی جُلی کیفیت کا شاعرانہ بیان ہوا ہے"[۱۵]

ولی دکنی نے اپنے دل کو ایسے دریا سے تشبیہ دی ہے جس میں یونسؑ کی طرح مچھلی تڑپ رہی ہے۔شاہ نصیر نے مشکل ترین صورتحال کو غنیمت کا استعارہ بنادیا ہے۔

ـ دریائے برہ غم میں مجھے دل ہے سو یونسؑ/ اس بحر میں دل باج سو پڑ کون سکے گا (دیوان ولی، ص ۱۰۱)

ـ حضرت یونسؑ نے لی تھی بطن ماہی میں پناہ/ کیونکہ ہوں نازاں نہ بحر جانگزا کی مچھلیاں (کلیات شاہ نصیر، جلد، دوم، ص ۳۵۳)

حضرت عیسیٰؑ: حضرت مسیح کے بارے میں مشہور ہے کہ جب ان کی قوم نے انھیں پھانسی پر چڑھانے کا تہیہ کر لیا۔ رب تعالیٰ نے عین موقع پر ان کی شباہت والے ایک فرد کو ان ظاہر کر دیا جسے پھانسی دے دی گئی۔ حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر اُٹھالیا گیا۔

صوفیا کے ہاں عیسیٰ کے معنی "عشق" اور مسیحا کے معنی "مرشد" کے لیے جاتے ہیں۔ ابنِ مریم مشہور تلمیح عیسیٰ کے بارے میں مستعمل ہے۔ مسیح اور مسیحا حضرت عیسیٰؑ ہی کو کہا جاتا ہے۔ آپ باپ کے بغیر پیدا ہونے والے پہلے بچے تھے اس لیے آپؑ کے لیے اُردو شعرا نے ابنِ مریم تلمیح وضع کی جو ہنوز مستعمل ہے۔ آپؑ اس واقعہ سے متعلق دسیوں تلمیحات موجود ہیں۔ عیسیٰؑ کی پوری زندگی نہایت مشکل دور میں گزری بالا آخر آپؑ کو سولی پر چڑھا کر آپؑ کے حواریوں نے دم لیا۔ پروفیسر خالد ندیم لکھتے ہیں:

"بنی اسرائیل طرح طرح کی گمراہیوں میں مبتلا تھے۔ ان کے علما و احبار بھی ک دُنیا کے لالچ میں گرفتار تھے۔ عیسیٰؑ نے ان کو راہ راست پر لانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ یہودی آپ سے تنگ آگئے اور پکڑ کر گورنر پیلاطیس کے سامنے لے گئے۔ حکومت نے انھیں باغی قرار دے کر موت کا پروانہ جاری کر دیا۔ کافروں نے اپنے منصوبے پر عمل درآمد کر کے بظاہر عیسیٰ کو مصلوب کر دیا لیکن بہ زبانِ قرآن، عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا اور نہ انھیں سولی پر چڑھایا"۔16؎

مسیح کی روح اور ابدان کے میل جول اور لطافت و کثافت کے اس معما کو تا حال تقابل ادیان کے ماہرین سلجھا نہیں پائے۔ اہل مسیح عیسیٰ کو مصلوب قرار دیتے ہیں جبکہ دیگر مکاتبِ فکر کچھ اور تعبیرات پر محمول کرتے ہیں۔ اُردو شعرا نے عیسیٰ سے متعلق واقعات میں گہری دلچسپی لی ہے اور ناقص و سطحی معلومات کی بنا پر عجیب و غریب تاویلات بھی گھڑی ہیں جنھیں پڑھ کر انسان حیرانی میں پڑ جاتا ہے کہ شاعر بھی رائی کو پہاڑ بنانے کا فن خوب جانتے ہیں۔ شعرا کے ہاں روایتی موضوعات کے حوالے سے یہی رویہ پایا جاتا ہے۔

ـ روح بخشی ہے کام تجھ لب کا/ دم عیسیٰؑ ہے نام تجھ لب کا (دیوان ولی، ص ۸۴)

ـ مذہب میں اپنے زندگی ننگ کفر ہے/ مر جایئے تو نامِ مسیحانہ لیجیے (دیوان قائم، ص، اول، ص ۲۱۲)

ـ سُن خبر آنے کی تیرے کوئی مردہ جی اُٹھا/ جان یہ قدرت نہیں عیسیٰؑ کے بھی اعجاز میں (کلیات مصحفی، جلد، چہارم، ص ۳۷۱)

ـ تلخ کامی پر مجھے تجھ کو لب شیریں پہ ناز/ نالہ تری خلخال کا ہے "قم" سے زیادہ (کلیات مومن، جلد، اول، ص ۳۶)

میرؔ کے ہاں عیسیٰ کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ میرؔ کہتے ہیں عیسیٰ نے بقدرِ اسطاعت اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کی ممکنہ کوشش کی لیکن وہ راہِ حق کو تسلیم کرنے اور رب تعالیٰ کا نمائندہ قبول کرنے سے ہمیشہ انکاری رہے۔ میرؔ کہتے ہیں عیسیٰؑ کی قوم نے انھیں قبول کرنے اور تعلیمات پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور تکفیر پر ڈٹ گئ ۔میر کے نزدیک مسیح کی برس ہابرس کی کوشش بے سود ولاحاصل رہی۔

ـ آوازہ ہی جہاں میں ہمارا سنا کرو / عنقا کے طور زیست یہ اپنی بہ نام یاں [دیوان اول، میر، ص:۴۰۳]

ـ نہ عنقا کا کہیں نام ونشاں تھا / ہوا تھا شہرہ جب نام خدا میں [دیوان چہارم، میر، ص:۴۷۲]

ناسخ عیسیٰؑ کے دار پر چڑھانے کے واقعے سے باخوبی آگاہ ہیں۔ کہتے ہیں زینہ بامِ ترقی کا تقاض اہے کہ ایک لمحے میں عیسیٰؑ کو دار پر چڑھنے سے قبل آسمان پر اُٹھالیاھیا۔ ناسخ نے عیسیٰؑ کے عجز کے سامنے موسیٰؑ کی لکنت کا ذکر کیا ہے گویا اعجاز عیسوی کو عجز موسوی سے تشبیہ دی ہے۔ ناسخ نے عیسیٰؑ کے آسمان پر زندہ اُٹھائے جانے کے واقعے کو تلمیحی انداز میں بیان کیا ہے۔ ناسخ نے "رفاہ آسماں" کی ترکیب سے سارا معاملہ سلجھا دیا ہے۔

ـ زینہ ءبام ترقی ہے بلند وپستِ دہر / دم میں پہنچا تا فلک، عیسیٰؑ چڑھا جب دار پر [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۱۴۰]

ـ عجز سے عیسیٰؑ کو بھی لکنت ہو موسیٰؑ کی طرح / اے صنم! اعجاز ہے ایسا تری گفتار کا [کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:۸۳]

ـ نمازوں میں مسیحاؑ سا پیمبر مقتدی ہو گا / وہی رُتبہ ہے تیرا بھی جو رُتبہ تھا ترے جد کا [دیوان ناسخ، جلد اول، ص:۰۴]

آتش نے مریم کی دُعا کی برکت سے جُدا عیسیٰؑ کی شخصیت کے خدوخال کو واضح کیا ہے اور اس سے خود کی کیفیتِ نزاعت کو منسوب کیا ہے اور اپنی درماندگی اور غریب الوطنی کو محبوبِ بے مروت کی بے اعتنائی سے جوڑنے کا شاعرانہ پُل تعمیر کیا ہے۔ آتش نے عیسیٰ کو لعلِ مریم اور یوسفؑ کو روئے زلیخا قرار دیا ہے۔

ـ عیسیٰؑ سے نالہ دردِ دل کی خبر نہ کرتا / ذکرِ درونِ خانہ بیرونِ در نہ کرتا [کلیات آتش، ر، الف، ص:۱۱۰]

ـ مسیحا ہے ہمارے عیسیٰؑ مریمؑ کو کیا نسبت / شفا ہوتی ہے کس کے آستاں کی خاک سے پیدا [کلیات آتش، ر، الف، ص:٦٧]

ـ عیسیٰؑ مریم وہ لعلِ رُوح پرور ہو گیا / روئے زیبا حُسنِ یوسفؑ سے پیمبر ہو گیا [کلیات آتش، ر، الف، ص:۱۳۸]

مرزا داغؔ کہتے ہیں میری فکر کی بخیہ گری میرے گریبان کی شکن آلودہ شکست سے منسوب ہے۔ اگر میرا گریبان چاک نہیں تو بخیہ گری کا کوئی جواز نہیں کہ بخیہ گری دامن کی چاکی کے طالب ہوتے ہیں۔

ـ بخیہ گر عیسیٰؑ مریم ہو تو کیا کام مجھے / غیر کے ہاتھ پڑے میرا گریباں ہو کر [آفتاب داغ، ص:۲۹۰]

جدید شعرا کے ہاں مسیح اور ابنِ مریم کی شخصیت و وصائف کا تذکرہ مختلف اور جداگانہ اُسلوب لیے ہوئے ہے۔ جدید شعرا کا نکتہ نظر کلاسیکی شعرا کی نسبت ذرا مختلف اس لیے ہے کہ ان کے ہاں موضوعات کی روایتی تکرار کی بجائے زمانے

کی عصری اور جغرافیائی صورتحال کا سماجی اور تہذیب چلن زیادہ غلبہ کیے ہوئے نظر آتا ہے۔ جدید شعرا کے ہاں بات کو طول دینے اور رمز و ایمائیت سے مبہم کرنے کی بجائے براہ راست بیان کرنے کا سلیقہ متاثر کُن ہے۔

- آئے ہیں آپ لے کے شفا کا پیام کیا؟ / رکھتے ہیں اہل درد مسیحا سے کام کیا؟ (کلیات اقبال، ص ۱۶۶)
- اُٹھ بھی جائے گا جہاں سے تو مسیحا ہو گا / کرسچن بھی دفائی ہیں نام مریم کے (کلیات اکبر، حصہ سوم، ص ۳۲)
- بیمار عصر جلد شفایاب ہو سکیں / گہوارے سے اک اور مسیحا اُٹھائیے (تابش دہلوی، تقدیس، ص ۶۸)
- ایک دفعہ تو پاس مسیحا کر جائیے / زخم کا پھر بھرنا اتنا آسان نہیں (پروین شاکر، ماہ تمام، ص ۲۰۹)

حضرت محمد ﷺ: محمد: ایک دینی، مذہبی اور شخصی تلمیح ہے جو حضور اکرمؐ کے نام نامی اور اسم مبارک سے منسوب ہے۔ حضور اکرمؐ کا دُنیا میں نام "محمد" اور آسمان پر "احمد" رکھا گیا۔ راہِ حق کے حصول میں جو چیز سب سے زیادہ معاون ثابت ہوتی ہے وہ حق کی طلب بہ وسیلہ محمدؐ ہے۔

حضور اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اُردو شعرا کے ہاں حضور اکرم ﷺ کے ذکر کے حوالے سے ایک خاص طرح کی احتیاط اور ادب کو ملحوظ رکھنے کی روایت تسلسل سے نظر آتی ہے۔ مذکور انبیاء کے مقابلے میں حضور اکرم ﷺ کی سوانح و شخصیت سے متصل واقعات کا تذکرہ قدرے اختصار سے ملتا ہے تاہم اس میں ایک طرح کی عقیدت اور شفاعت و رحمت کی التجا ضرور ملتی ہے جس کا ذکر دیگر انبیاء کے تذکرہ میں اُس طرح سے نہیں ملتا۔ ڈاکٹر عطاالرحمن صدیقی لکھتے ہیں:

"انبیائے اکرم کے تذکرہ اور ذکرِ خیر کے حوالے سے حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ برکات سے منسوب تلمیحات اُردو شاعری پر ایک طرح سے سایہ فگن ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ دُنیا بھر کے ادب میں ایک معتبر ادبی حوالہ ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ والا صفات سے متعلق تذکرہ کو شعرا و نثار نے کمال عقیدت سے تحریر کیا ہے اور اسے اپنے لیے ذریعہ نجات گردانا ہے"۔ ۱۷

اُردو شعرا نے حضور اکرم ﷺ کی سوانح و شخصیت کو عقیدت آمیز انداز میں بیان کیا ہے۔ اس رحمت و برکت والے ذکرِ خیر کے لیے شعرا نے "واقعہ معراج، شق القمر، الم نشرح، براق، سدرہ ا، حوضِ کوثر، ساقی کوثر، شافع محشر، مز دینہ، طہ" وغیرہ تلمیحات بھی وضع کی ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ سے متصل واقعات کی تفصیل نہائت اُجلے اور نفیس انداز میں ملتی ہے۔

- قشقہ اُس بت کی جبیں پر جوں الف یارو نہیں / دیکھ لو شق القمر انگشتِ سمیت (کلیات شاہ نصیر، جلد اول، ص ۹۸)
- رہروانِ عشق نے جس دم قدم آگے دھرا / سدرہ کے سایہ میں دم لے پھر قدم آگے دھرا (کلیات انشا، جلد دوم، ص ۶۸)
- آبِ کوثر سے بھرے جام کرے زینت قصر / کہہ دو رضواں سے کہ ہم سوئے ارم آتے ہیں (دیوان اسیر، ص ۱۳۳)

میرؔ وسیلہ کو مانتے ہیں اور اس کے اثبات کی دلیل بطور "دین" پیش بھی کرتے ہیں۔ وسیلے کے بغیر دُنیا میں کوئی اُمور انجام نہیں دیا جا سکتا۔ میرؔ کا یہ تاثر ہے کہ خدا کی رضا اور اس کی خشنودی کے حصول میں جو چیز سب سے زیادہ اہم اور معاون ہے؛ وہ محمد پرستیؐ اور پیروی محمدؐ ہے۔ بلا شبہ راہِ حق کے حصول اور رب تعالیٰ کی خشنودی کا واحد ذریعہ اُسوہ رسولؐ پر عمل پیرا ہونا ہے۔

ے مرا دل چاند ہو تیری نگہ اعجاز کی اُنگلی / کہ جس کی یک اشارت میں مجھے شق القمر دستا (دیوان ولی، ص۷۷)

ے حق کی طلب ہے کچھ تو محمدؐ پرست ہو / ایسا وسیلہ ہے بھی خدا کے حصول کا [دیوان دوم، میر، ص:۱۳۶]

ے گلہ عبث ہے تری آستانہ بوسی کا / مسیح و خضر بھی واں کم ہی بار پاتے ہیں [دیوان اول، میر، ص:۴۱۷]

ناسخ نے پیغمبرؐ کی نسبت مولا علیؓ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ ناسخ کے ہاں اپنے محبوبِ ارضی کے وصال کی باریابی کے پیغمبرؐ کے واسطے کا عنصر بطور کنایہ مستعمل ہے۔ ناسخ نے مولا علیؓ سے عقیدت کے پیش نظر درجات میں مولا علیؓ کو حضورؐ کے بعد رکھا ہے۔ حضور اکرمؐ نے جس طرح رب تعالیٰ کا تعارف کروایا اور پہچان کروائی وہ آج سے صدیوں پیچھے کسی نے ایسا پُر اثر اُسلوب و لحن و لفظیات استعمال نہ کی ہیں گی۔ عیسیٰؑ ایسا بانگِ دُہل بنیؑ بھی تقریرِ محمدؐ کے آگے سر بہ سجود نظر آتا ہے۔

ے جلد میرا پیامبر نہ پھرا / واسطہ گو دیا پیغمبرؐ کا [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۳۱]

ے فصل کیونکر کروں دونوں میں گوارا ناسخ / کہ محمدؐ سے نہیں حیدرِ کرارؓ جدا [کلیات ناسخ، جلد اول، ص:۱۱]

ے اعجاز سے برہان الٰہی ہے محمدؐ / تلوار سے حیدر رہے مددگار خدا کا [کلیات ناسخ، جلد ۲، ح، اول:۸۹]

آتش کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے گو آدمؑ کو دُنیا میں سب سے پہلے مبعوث کیا تاہم رُتبے اور منزلت کے اعتبار سے زیادہ فضیلت موخر المعبث یعنی حضور اکرمؐ کی ہے۔ آتش نے اپنے مدحیہ نعتیہ کلام کو پڑھنے کے لائق اس وجہ سے قرار دیا ہے کہ اس میں حضور اکرمؐ کا نامِ نامی اور ذات و شخصیت سے متعلق ذکر موجود ہے۔

ے شرف اللہ نے بخشا ہے آدمؑ پر محمدؐ کو / فضیلت ہے مقدم سے زیادہ یاں موخر میں [کلیات آتش، ر، ن، ص:۲۹۰]

ے وردِ زباں جنابِ محمدؐ کا نام ہے / قابل درود پڑھنے کے اپنا کلام ہے [کلیات آتش، یاے تحتانی:۴۳۰]

مرزا داغ حضور اکرمؐ سے محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اے ربِ عظیم! میرے دل پر کونین کے مالک کا نام؛ نام محمد اب کے ایسا نقش ہو جائے کہ اس کا اثر بعد از موت بھی زائل نہ ہو۔ رسول اللہ کا کلمہ ہی میری دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کا واحد ذریعہ نجات ہے۔

ے الٰہی نقش ہو کلمہ رسول اللہ کا دل پر / چلے کونین میں نام محمدؐ سے درم میرا [گلزار داغ، ص:۲۹]

جدید شعرا کے ہاں بھی حضور اکرم ﷺ کی ذات و شخصیت سے متصل واقعات و قصص کا تذکرہ ملتا ہے۔ جدید شعرا نے حضور اکرم ﷺ سے اُمتِ محمدی کے لیے دعائے نجات کی التجا کی ہے اور ساتھ اپنے حال دگرگوں سے خلاصی کے لیے مدد و استعانت بھی طلب کی ہے۔ مشکل کی اس گھڑی میں حضور اکرم ﷺ کی توجہ ہی مشکلات کا واحد حل ہے۔ یہ احساس جدید شعرا کے ہاں مرکزی منہج کی حیثیت رکھتا ہے۔

ے یہ سبق ملا ہے معراجِ مصطفیؐ سے مجھے / کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں (کلیات اقبال، ص ۳۶۴)

ے رہ یک گام ہے ہمت کے لیے عرش بریں / رسائی آپ کی تھی عرشِ اعظم کے کناروں تک (کلیات اقبال، ص ۲۰۱)

ے اللہ اللہ یہ سعادت یہ مقام و مرتبہ / ایک مشتِحاک ہے اور زینتِ افلاک ہے (حفیظ بنارسی، سفیر شہر دل، ص ۳۹)

ے اب کے جو فیصلہ ہو گا وہ یہیں پر ہو گا / ہم سے اب دوسری ہجرت نہیں ہونے والی (راحت اندوری، رُت بدل گئی، ص ۹۴)

ے شکم کی بھوک لیے پھر رہی ہے شہر بہ شہر / سگِ زمانہ ہیں ہم لوگ ہماری ہجرت کیا (افتخار عارف، کتاب دل و دینا، ص ۲۱۷)

(References حوالہ جات)

1۔ وفا یزدان منش، ڈاکٹر، اُردو غزلیات میں فارسی تلمیحات و تراکیب، غیر مطبوعہ مقالہ، پی ایچ۔ڈی، جامعہ پنجاب، لاہور، ۲۰۱۰، ص ۱۱۴

1.wafayazdan manish, dr, urdu ghazliate ma farsi telmihat o tarakeeb, ghair matboa maqla, ph.d, jamai punjab, lahore, 2010, p.114

2۔ قاسم، عطاری، مفتی، سیرت الانبیاء، دعوتِ اسلامی پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۲، ص ۱۵

2.qasmi, attari,mufti, seet ul anbeya, dawat e silami publication, Karachi, 2002, p.15

3۔ عطاالرحمن صدیقی، ندوی، ڈاکٹر، اُردو شاعری میں اسلامی تلمیحات، کاکوری آفیسٹ پریس، لکھنو، ۲۰۰۴، ص ۱۱۴

3.Atta u rRehman Saddiquei,Dr. Urdu Shaeri Ma islami Telmihat, Kakorvi Offiest Press, Lakhno, 2004, p.144

4۔ عطاالرحمن صدیقی، ندوی، ڈاکٹر، اُردو شاعری میں اسلامی تلمیحات، ص ۲۰۴

4.Atta u Rehman Saddiquei,Dr. Urdu Shaeri Ma Islami Telmihat, Atta u Rehman Saddiquei Nadvi, P.204

5۔ محمود میاں نجمی، حضرت داؤد علیہ السلام، روزنامہ، جنگ، سنڈے میگزین، ۲۱ جولائی ۲۰۱۹ء

5.mehmood janmi,hazrat dawood ale salam, roznama, jang, sundy magzine, 21july, 2019

6۔ آنسہ نجمہ اشتیاق، اُردو تلمیحات، ادارہ مصنفین پاکستان، ریجن، سکھر، سن، ندارد، ص ۱۴۴

6.Ansa najma ishteaq,urdu telmihat, Adara masnafeen paksitan, rigen, sakher, san, nadrar, p.144

7۔ حفیظ الرحمن، سیوہاری، مولانا، تفہیمِ قصص القرآن، جلد دوم، نور انٹر نیشنل معرفت پریس، دہلی، ۱۹۹۲، ص ۶۴

7. Hafeez u. Rehman Seohari, Mulana,tefheem e Qisses e Quran, Jald Dom, Noor International Marfat Press, Dehli, 1992, p.64

8۔ وفا یزدان منش، ڈاکٹر، اُردو غزلیات میں فارسی تلمیحات و تراکیب، ص ۲۴۶

8. Wafayazdan Manish, dr. Urdu ghazliate ma farsi telmihat o tarakeeb, p. 246

9۔ مودودی، مولانا، تفہیم القرآن، جلد سوم، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، سن، ندارد، ص۱۷۸

9. Mudodi, Mulana, Tafheem ul Quran, Jild Som, Adaro Tarjman ul Quran, Lahore, sand, nadardn, p.178

10۔ محمود نیازی، خزانہ تلمیحات، ملک بک ڈپو، سن، ندارد، ص۶۹

10.Mehmood niazi, Khazna e telmihat, Malik book depo, San, Nadard, p.69

11۔ قاسم محمود، سید، شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، الفصیل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۲۰۰۱ء ص۴۹۵

11.Qasim Mehmood, Syed,syed,shahkaar islami incylopedia, Al-Faisal Naashran o Tajar e Kutab, Lahore, 2021, p.495

12۔ عطاالرحمن صدیقی، ندوی، ڈاکٹر، اُردو شاعری میں اسلامی تلمیحات، ص۲۶۱

12.Atta u Rehman Saddiquei Nadvi, Dr. Urdu Shaeri Ma Islami Telmihat,urdu p.261

13۔ ثوبان سعید، فرہنگ تلمیحات، نیو انڈیا آفیسٹ پرنٹرز، نئی دہلی، ۲۰۱۱ء ص۹۶

13. Suban Saed,Farhang e Telmihat, Soban Saed, New India Offiest Printers, New Delhi, 2011, p.96.

14۔ مظہر احمد، نجمہ رحمانی، مرتبہ، تلمیحات، ایم۔ آر پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۲۰۰۷ء، ص۶۱

14.Mazhar Ahmad, Najma Rehmani, martba, telmihat, m.r, publication, new dehli, 2007, p.61

15۔ وفایزدان منش، ڈاکٹر، اُردو غزلیات میں فارسی تلمیحات وتراکیب، ص۲۶۶

15. Wafayazdan Manish, Dr. Urdu Ghazliate Ma Farsi Telmihat O Tarkeeb, Urdu P.266

16۔ خالد ندیم، ڈاکٹر، خالد ندیم، جہانِ تلمیحات (شخصیات)، نشریات، ۲۰۱۶ء ص۷۲

16. Khalid Nadeem, Dr. Jahan e telmihat (Shakhseat), Nashreat, 2016, p.72

17۔ عطاالرحمن صدیقی، ندوی، ڈاکٹر، اُردو شاعری میں اسلامی تلمیحات، ص۵۵۴

17.Atta u Rehman Saddiquei Nadvi, Dr, Urdu Shaeri Ma islami Telmihat, P.554